تحریر : شاہ نواز خان
ترجمہ و تلخیص : معید اشرف ندوی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا
آنے والی صدی کے نام آخری پیغام

رائے بریلی کے علاوہ مولانا علی میاں کو لکھنئو سے خاصا لگاؤ تھا اسی شہر میں پلے بڑھے اور پڑھے تھے اس شہر کی لگا تار بگڑتی ہوئی تصویر انہیں ہمیشہ پریشان کئے رہتی تھی اپنی اس پریشانی کا خلاصہ انہوں نے اس دنیا کو الوداع کہنے سے پہلے "روزنامہ ہندوستان لکھنئو" کے ساتھ ایک خاص گفتگو میں بیان کیا تھا' اس جاتی ہوئی صدی کے بارے میں مولانا کے خیالات جاننے کیلئے "ہندوستان" کے نمائندہ سے بدھ کی صبح (۲۰ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ) ندوے میں مختصر بات چیت میں مولانا نے فرمایا :

"لکھنئو میرا وطن ثانی ہے لوگ بدل گئے لیکن یہ نہیں بدل سکا میں نے اسکو بچپن سے دیکھا ہے اس سے پہلے کہ میری روح جسم سے نکل جائے میں اس کشادہ شہر کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کر دینا چاہتا ہوں کیونکہ ملک الموت کو کسی نے نہیں دیکھا ہے۔ میرے بچپن میں یہ آبادی کے لحاظ سے بالکل فٹ تھا' جتنی شہر کی وسعت تھی اتنی ہی آبادی تھی"

انہوں نے لکھنئو اور اسکے بدلتے ہوئے مزاج پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ جب لوگ اس شہر کو چھوڑ کر اپنے وطن واپس جاتے تھے تو اس کو یاد کرتے اور تعریف کرتے نہیں تھکتے تھے۔ چونکہ یہ شہر صوبائی حکومت کا مرکز رہا ہے اس لئے یہاں پر ہر طرح کے لوگ آتے ہیں اس پرانے وقت میں صوبائی حکومت بھی شہر کو سنہرا رکھنے کی کوشش کرتی تھی۔

یہاں کی تہذیب کی شہرت دور دور تک تھی میں نے اپنی زندگی کا زیادہ حصہ اس شہر میں بسر کیا ہے مجھے لکھنئو بہت پسند ہے' کسی شہر کی پہچان اس کی تہذیب سے ہوا کرتی ہے لکھنئو اپنی پہچان بنا چکا ہے اس پہچان کو اب برقرار رکھنا ہوگا۔

مولانا علی میاں کا کہنا تھا کہ اس شہر کی تہذیب کو بنائے رکھنے کیلئے حکومت کو نہیں بلکہ عوام کو بھی اس کام میں مدد کرنی ہوگی اس شہر کے لوگوں کو اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ :

"آنے والی صدی میں اس صدی کی گذری ہوئی باتوں کو دہرایا نہ جائے اس سے اختلاف بڑھتا